57

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قیام کا مقصد

(فرمودہ ۳- جون ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے ایام میں میں نے ایک خطبہ پڑھا تھا جس میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء کے نتائج کے متعلق کچھ بیان کیا تھا- اس مضمون کے متعلق میرے پاس شکایت کی گئی ہے کہ الفضل میں خطبہ کے صحیح الفاظ شائع نہیں ہوئے اور عبارت ایسی درج کی گئی ہے جس کا مفہوم میرے مفہوم کے خلاف نظر آتا ہے- میں نے وہ نشان کردہ عبارت پڑھی ہے اور گو میں اس امر سے متفق ہوں کہ میرے محدود مضمون کو بعض الفاظ کے ترک کر دینے کی وجہ سے وسیع کر دیا گیا ہے اور گو اس میں شبہ نہیں کہ ایک مختصر سی تمہید بھی تھی جسے لکھنے والے نے چھوڑا ہے اور اس وجہ سے مضمون میرے الفاظ کی نسبت کسی قدر زیادہ سخت ہو گیا ہے اس حد تک تو شکایت بجا نظر آتی ہے- لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں منشائے مضمون نہیں بدلا- مضمون زیادہ سخت ہو گیا ہے اور شاید زیادہ تکلیف دہ بن گیا ہے لیکن میرا جو مقصود تھا وہ وہی ہے گو شدت پیدا ہو گئی ہے- بجائے اس بات کے کہ بعض طالب علموں میں یہ نقص ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب میں ہے تمہید کی غرض یہ ہوتی ہے کہ بات کی اونچائی نیچائی کو دور کر کے لیول کر دے اور چونکہ تمہید کو چھوڑ دیا گیا ہے اس واسطے لیول میں بھی کچھ فرق ہے تاہم مضمون کے منشاء میں کوئی فرق نہیں آیا بسا اوقات اتنی جلدی لکھ نہیں سکتا جتنی جلدی تقریر کرنے والا بولتا ہے- اور بسا اوقات وہ خود بھی ایک بات کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا اور بعض ضروری حصوں کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے پھر بعض دفعہ وہ اپنے نوٹ کو بھی نہیں سمجھ سکتا اس لئے چھوڑ دیتا ہے- ایسی غلطیاں ہو سکتی ہیں- اور چونکہ

اصل مفہوم نہیں بدلا اس لئے چنداں قابل اعتراض بات نہیں۔ مگر اس لئے کہ بعض لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اسی مضمون کے متعلق دوبارہ کچھ بیان کر دوں کیونکہ وہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے اور اس کے متعلق میں اپنے خیالات صفائی سے پیش کر دینا چاہتا ہوں تا اگر آج اصلاح نہ ہو سکے تو آئندہ نسلیں ہی شاید اصلاح کر سکیں۔ اور ان کے سامنے یہ خیالات موجود رہیں۔ اور جو نقص اس وقت ہیں آئندہ نسلیں ہی انہیں دور کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں اور اپنی اس رائے پر پختگی سے قائم ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منشاء تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قیام سے محض یونیورسٹی کے امتحان پاس کرانا نہیں بلکہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ اس جگہ ایسے طالب علم پیدا کئے جائیں جو یورپ سے آنے والی وباؤں کا مقابلہ کر سکیں اور اسلام کا مقصد ایسے طریق پر سمجھیں کہ اس کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں انہیں دور کر کے اسلام کی محبت لوگوں کے دلوں میں قائم کر سکیں۔

دنیا میں اسلام کا عملی نمونہ پیش کریں اور دنیا پر ثابت کر دیں کہ اسلام سے ہی اعلیٰ روحانی مدارج حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ منشاء تھا اس سکول کے قیام کا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سکول اس وقت اس منشاء کو پورا کر رہا ہے میں عام بات کہنے کا عادی نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی شخص کلی طور پر برا نہیں ہوتا خواہ وہ فرعون ہی ہو۔ ممکن ہے بعض لوگ اسے میری بینائی کا نقص سمجھیں مگر میں کیا کروں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے ایسی ہی بینائی عطا کی ہے اور میری فطرت ہی ایسی ہے کہ مجھے شیطان میں بھی کئی خوبیاں نظر آتی ہیں اس لئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی یہ سن سکتا ہوں کہ ہمارے اس سکول میں کوئی خوبی نہیں۔ لیکن یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ان ایام میں یہ سکول اس مقصد کو پورا کر رہا ہے جس کے لئے اسے قائم کیا گیا تھا۔ اس سکول پر ایک زمانہ ایسا آیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے ایام میں بعض لوگوں نے کوشش کی کہ اس سکول کو توڑ کر صرف عربی کا ایک مدرسہ قائم رکھا جائے کیونکہ جماعت دو سکولوں کے بوجھ برداشت نہیں کر سکتی اور اس پر اتفاق جماعت اتنا زبردست تھا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں شاید ڈیڑھ آدمی سکول کی تائید میں رہ گیا تھا ایک تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول تھے اور آدھا میں اپنے آپ کو کہتا ہوں۔ کیونکہ اس وقت میں بچہ تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں جو جوش مجھے اس وقت سکول کے متعلق تھا وہ دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول چونکہ ادب کی وجہ سے حضرت مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بات نہ کر سکتے تھے اس لئے آپ نے مجھے اپنا ذریعہ

اور ہتھیار بنایا ہوا تھا وہ مجھے بات بتادیتے اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچادیتا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا کی۔ اور باوجودیکہ بعض جلد باز دوستوں نے قریباً ہم پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور کہا کہ یہ دنیادار لوگ ہیں کیونکہ انگریزی تعلیم کی تائید کرتے ہیں۔ پھر بھی فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جو لوگ اس سکول کو توڑنا چاہتے تھے انہوں نے مدرسہ احمدیہ کو توڑنے کا فیصلہ کیا اس وقت بھی خدا نے مجھے ہی توفیق دی اور شاید میں ہی اکیلا شخص تھا جس نے پوری سختی کے ساتھ اس فیصلہ کی مخالفت کی۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کے قریب تھی۔ اور جس قدر لوگ موجود تھے انہوں نے متفقہ طور پر اس فیصلہ کا اظہار کر دیا تھا کہ مدرسہ احمدیہ کو توڑ دیا جائے اور اس کے بجائے لڑکوں کو وظائف دے کر اعلیٰ درجہ کی انگریزی تعلیم حاصل کرائی جائے اور بی۔ اے ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد ایک دو سال دینی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب یہاں پڑھا کر ان سے تبلیغ کا کام لیا جائے۔ میں نے اس فیصلہ کی شدت سے مخالفت کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری زبان میں ایسی تاثیر بخشی کہ جو لوگ ایک منٹ پہلے اسے توڑنے کے حق میں تھے میری تقریر سن کر کہہ اٹھے کہ اسے نہیں توڑنا چاہیئے۔ خود خواجہ صاحب جن کی کوشش تھی کہ اسے توڑا جائے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے دراصل ہمارا انشاء بھی یہ نہیں کہ اسے توڑ دیا جائے چونکہ وہ شکست سے بچنا چاہتے تھے اس لئے کہنے لگے کہ اچھا اس مسئلہ پر دوبارہ غور کیا جائے گا کیونکہ اگر اس وقت رائے لی جاتی تو یقیناً نوے فیصدی میرے حق میں رائے دیتے۔ پس انہوں نے مناسب سمجھا کہ شکست کھانے کے بجائے اس سوال کو ہی چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیا کہ اس پر دوبارہ غور کیا جائے گا جو آج تک کبھی نہیں ہوا اور مدرسہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قائم ہے تو اس طرح ان دونوں سکولوں کے قیام میں میرا حصہ ہے اور مجھے ان سے ذاتی اُنس اور لگاؤ ہے۔ علاوہ اس کے کہ جو مجھے اپنے منصب کے لحاظ سے ہونا چاہیئے میں ابھی جماعت کی کمزوری پر زیادہ کلام نہیں کرتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں ابھی جماعت میں وہ بلوغت نہیں آئی جبکہ عقل پختہ ہوتی ہے۔ ابھی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی عیب بیان کیا جائے تو قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں تک ہے اور کس حد تک ہے لوگ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ جس میں یہ عیب پایا جاتا ہے اس سے زیادہ ذلیل چیز اور کوئی نہیں اور اسے جس قدر جلد ممکن ہو مٹا دینا چاہیئے اور اگر کوئی خوبی بیان کی جائے تو بجائے اس کے کہ غور کریں کہ وہ خوبی کتنی اہمیت رکھتی ہے کہنے لگ جائیں گے کہ اس سے زیادہ مفید اور اچھی چیز کوئی نہیں۔ اس

وقت ہماری جماعت کے دوستوں کی مثال اس جھولے کی سی ہے جو میلوں پر لگایا جاتا ہے۔ جب اسکا ایک سرا نیچے جاتا ہے تو دوسرا اوپر کو اٹھ جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ کبھی وسطی مقام قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اور بسا اوقات میں کسی چیز کے متعلق اپنی رائے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ جماعت کی حالت ابھی بچوں کی سی ہے۔ اگر کوئی نقصان بیان کیا جائے تو کہہ اٹھیں گے یونہی مال برباد ہو رہا ہے۔ اور اگر کوئی خوبی بیان کردوں تو کہیں گے بھلا کوئی عیب ہو سکتا ہے کوئی کالا داغ تک نہیں اور اس لئے کہ بعض کے لئے اس رنگ میں ٹھوکر کا موجب نہ ہو جاؤں۔ بسا اوقات میں اپنی رائے کو مخفی رکھتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں ہر عقلمند خلیفہ جس نے ربانی ہونے کا مقام حاصل کیا ہو ایسی ہی احتیاط کرے گا جب تک کہ جماعت میں بلوغت نہ آجائے اپنے ایسے خیالات کو اپنے تک ہی محدود رکھے گا۔ اس جذبہ کے ماتحت بہت دفعہ میں اپنی رائے کو چھپائے رکھتا ہوں۔ وگرنہ اس سکول کے متعلق آج سے بہت پہلے زیادہ وضاحت سے مجھے بیان کر دینا چاہئے تھا اور ایک دفعہ میں نے کچھ بیان بھی کیا تھا۔ لیکن مجھے معلوم ہوا کئی لوگ جو اپنے بچوں کو یہاں داخل کرانے کے لئے لائے تھے وہ میری تقریر سن کر واپس لے گئے حالانکہ میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا۔ میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ اگر ہمیں سلسلہ کی خاطر اپنی اولادیں قربان کرنی پڑیں تو بھی اس سے دریغ نہ ہونا چاہئے اور اگر انہیں ایسے سکول میں داخل کرانا پڑے جس میں فیل ہو جانے کا امکان زیادہ ہے تو یہ تو کوئی بات ہی نہیں۔ ہم آج ابراہیم علیہ السلام کی قربانی پر سر دھنتے ہیں لیکن خود اولاد کی قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ آج چھُری سے ذبح کرنے کا امتحان تو پیش نہیں آسکتا اس کے مقابلہ میں بہت معمولی امتحان تو پیش ہیں۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ بعض لوگ اپنے لڑکوں کو واپس لے گئے ہیں تو میں نے سمجھا میں نے غلطی کی۔ جن لوگوں کو مخاطب کیا وہ دراصل اس کے اہل نہ تھے۔ ممکن ہے اب بھی بعض کو دھوکا لگ جائے اس لئے میں نے یہ تمہید بیان کر دی ہے۔

ہر عیب اور خوبی کو اس کی حد کے اندر رکھنا چاہئے اگر ہم ایسا نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ضرور وہ حالت ہو جائے گی جسے انگریزی میں Colour blind کہتے ہیں یعنی کبھی کوئی نیکی یا بدی نظر نہ آئے گی۔ رنگ کا نظر نہ آنا بھی ایک بیماری ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ اس سکول کے قیام کی غرض یہی ہے کہ اسلام اور اس کی حفاظت واشاعت کے متعلق زبردست جماعت قائم کی جائے۔ اور یہ مقصد کم از کم اس وقت پورا نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ جو کچھ بھی ہے میں اسے صفائی سے بیان کر دیتا

ہوں۔ ممکن ہے اس میں غلطی ہو بد ظنی کرنا میری عادت نہیں۔ ممکن ہے بد ظنی ہو۔ بہرحال میری رائے یہی ہے اور جب تک اس میں تبدیلی نہ ہو میں اس پر قائم رہوں گا۔ میرے نزدیک خود مدرّس اصل مقصد کو نہیں سمجھتے یا شاید سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ یہ بات متواتر میرے کان میں پڑی ہے کہ اساتذہ کی طرف سے طالب علموں کو کہا جاتا ہے کہ اگر دینی مضامین کی طرف زیادہ توجہ کرو گے تو پڑھائی میں حرج ہوگا۔ میں نے وہ ریکارڈ پڑھے ہیں جن میں مجلس مشاورت کے نمائندوں اور مدرّسوں میں بحث ہوئی ہے کہ دینیات میں لازمی طور پر پاس ہونے کی شرط رکھنا تعلیم کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور جب استادوں کا یہ خیال ہو بلکہ وہ طالب علموں کو ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے ہوں اور کہتے ہوں کہ خواہ قاعدہ کچھ ہو تم دوسرے مضامین میں پاس ہونے کی کوشش کرو۔ دینیات میں اگر فیل بھی ہو جاؤ گے تو دیکھا جائے گا تو طالب علم اگر دینیات سے غافل ہوں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔ اگر پرانے ریکارڈ دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ کوشش یہ رہی ہے کہ دینی کُتب میں کمی کر دی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ سوائے ان فوائد کے جو قادیان میں رہنے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا نور نازل ہو رہا ہو وہاں بغیر انسانوں کے توسط کے بھی بعض فضل نازل ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہاں اللہ تعالیٰ کا نور نازل ہوا ہے۔ اس لئے جو یہاں رہتا ہے خواہ اسے تعلیم ہو یا نہ ہو اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ بشرطیکہ نفاق اس کے اندر نہ ہو۔

مکہ و مدینہ میں رہنے والوں کی روحانی حالت اس وقت گری ہوئی ہے لیکن اگر وہاں رہنے والے انسانوں سے آنکھیں بند کر لی جائیں تو انسان ان مقامات سے بے شمار روحانی فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ جو لوگ وہاں جا کر انسانوں پر نگاہ رکھتے ہیں وہ ایمان کی بجائے بے ایمانی لے کر آتے ہیں۔ بہت سے لوگ حج کے بعد نمازوں کی لذت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ میں جب حج پر گیا تو میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ سے تو ایک نور نکل رہا ہے لیکن وہاں کے لوگوں سے خطرناک قسم کی تاریکی نکلتی ہے۔ ایک دوست میرے پاس آئے اور کہنے لگے حج کے متعلق ایک مخفی بات کہتا ہوں۔ میں سمجھ گیا میں نے پوچھا کہ کیا تمہاری روحانیت میں تو کمی نہیں آرہی۔ انہوں نے کہا یہی بات ہے۔ میں نے سمجھایا کہ یہاں کے انسانوں پر نگاہ نہ رکھو۔ انہوں نے میری نصائح سے فائدہ اٹھایا اور ان کی قبض دور ہو گئی۔ اسی طرح جو لوگ یہاں منافقت لے کر آتے ہیں ان کا ذکر نہیں۔ مگر وہ جو خدا کی طرف دیکھتا ہے وہ جب بھی یہاں آئے گا بغیر کسی کے توسط کے بھی وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو

جذب کرے گا اور طالب علم ایسے فضل اور نور کو بہت زیادہ جذب کرتے ہیں کیونکہ ان کے دل کی تختی صاف ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کی طرف سے انکی آنکھ بند ہوتی ہے۔ایسے فضل اور نور کو چھوڑ کر اس سکول میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو کوئی معتد بہ دینی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو باہر نہ ہو سکتا۔ بعض لوگوں نے شکایت کی ہے کہ ان کے بچے جتنا قرآن شریف یا ترجمہ پڑھ کر آئے تھے اس سے زیادہ انہوں نے یہاں نہیں سیکھا۔ اور ان کی یہ شکایت بجا ہے مجھ پر بھی یہی اثر ہے کیونکہ عملہ دینیات کی اہمیت کو گرانے اور کم کرنے میں منہمک ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح وہ دنیوی تعلیم کو اعلیٰ درجہ کی بنا سکیں گے۔ مگر ہوتا کیا ہے وہی مثال جو کسی شاعر نے بیان کی ہے کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نہ ہی وہ دنیوی تعلیم میں کوئی بڑا درجہ حاصل کر سکتے ہیں اور دینی تعلیم کے لئے تو کوشش ہی نہیں کی جاتی۔ اس کے بجائے اگر دین کو لے لیا جاتا اور اس پہلو کو ایسا نمایاں کیا جاتا کہ ہر دیکھنے والا تسلیم کرتا کہ اس سکول کے طالب علم دینی معلومات میں عالم کی حیثیت رکھتے ہیں تو کوئی چیز تو ہمارے پاس ہوتی۔ اس صورت میں اگر لڑکے فیل بھی ہو جائیں تو غم کی بات نہیں۔ کم از کم میرے بچے اگر دین میں ترقی کر جائیں تو ان کی دنیوی ناکامی پر مجھے کوئی غم نہ ہوگا۔ لیکن جب دین و دنیا دونوں نہ ملیں تو خوشی کس بات کی ہو سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ پھر بھی اعتراض کریں گے۔ مگر میں اس کی کوئی حقیقت نہ سمجھوں گا۔ لیکن میرے پاس تو یہاں تک شکایت آئی ہے کہ ایک طالب علم سے اس کے استاد نے قرآن کریم چھین لیا اور کہا کہ امتحان نزدیک ہے ہمیں بدنام کرنا چاہتے ہو۔ مجھے انفرادی شکایات کی تحقیقات کی ضرورت نہیں مگر مجموعہ بتاتا ہے کہ نقص موجود ہے۔ اسی کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا کہ طالب علم اسلام کی تعلیم اور نظام کے متعلق اہم ابتدائی باتوں پر اعتراضوں کے جواب بھی نہیں دے سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ ایک طالب علم کو اگر یہ باتیں سکھائی جائیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھائی جائیں، حدیث کا کچھ حصہ پڑھایا جائے اور پھر اگر وہ فیل بھی ہو جائے تو اسے خود بھی افسوس نہ ہوگا اور دیندار ماں باپ کو بھی افسوس نہ ہوگا۔ اور یہ میں بطور تنزل کہتا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا شغف کا۔ ایک طالب علم ۱۲ گھنٹہ پڑھتا رہتا ہے لیکن

عین ممکن ہے وہ کچھ نہ سیکھ سکے- اور دوسرا ایک گھنٹہ پڑھ کر بہت کچھ یاد کرلے- میں اس بات کا قائل ہی نہیں کہ اگر دینی تعلیم کی طرف توجہ کی جائے تو دنیوی تعلیم میں حرج ہوتا ہے- ضرورت تو اس امر کی ہوتی ہے کہ طالب علم کے دل میں علم حاصل کرنے کی تڑپ پیدا کی جائے- اور اگر اسے اس شغف سے پڑھایا جائے تو وہ دو تین گھنٹہ میں ہی بہت کافی پڑھ سکتا ہے- میں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی پرانی بات بھی میرے مطلب کی ہو تو مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے- اگرچہ یوں میرا حافظہ قدرتی طور پر سمجھو یا صحت کی خرابی کی وجہ سے یا افکار کی زیادتی اور کاموں کی کثرت کی وجہ سے چیزوں کو زیادہ یاد نہیں رکھ سکتا- مگر کام کی چیز مجھے بیس سال کے بعد بھی یاد رہتی ہے- جس کی وجہ یہ ہے کہ اسے پڑھتے یا سنتے وقت میں نے اس طرف دماغ کو متوجہ کیا تھا- دفتر ڈاک میں کام کرنے والے جانتے ہیں کہ بعض دوستوں کے خطوط کے جواب جب میں دو دو تین ماہ بعد لکھواتا ہوں تو میں افسر ڈاک کو بتا دیتا ہوں کہ اس نے یہ نہیں لکھا بلکہ یہ لکھا ہے اور آپ غلطی کر رہے ہیں- وہ مجھے نہیں بھولتی- پس میں اپنے تجربہ کی بناء پر بھی اور اس علم کی بناء پر بھی جو خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت اور دماغ کے متعلق مجھے دیا ہے- اور بغیر اس کے متعلق کوئی کتابیں پڑھنے کے مجھے ایسا باریک علم عطا کیا ہے کہ بسا اوقات وہ الہام کے مقام تک پہنچ جاتا ہے- انسان کی شکل دیکھتے ہی اس کے تأثرات، جذبات، احساسات ایسے باریک طور پر میرے دل پر منکشف ہو جاتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ الہام خفی ہوتا ہے- اگرچہ جلی الہام نہیں کیونکہ یہ علوم میں نے نہیں پڑھے- پس اس علم کی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر علم صحیح طور پر حاصل کریں یا کرائیں تو ہم وہ کچھ حاصل کرسکتے ہیں جو دوسرے نہیں کرسکتے- اگر سکول کا عملہ اس بات کو مدنظر رکھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو واضح کرنا اس سکول کا مقصد ہے تو دین کو حاصل کرتے ہوئے بھی وہ دنیا کو حاصل کرسکتے ہیں- مگر چونکہ بنیاد درست نہیں، اس لئے عمارت بھی کمزور تیار ہوتی ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طاعون کا ٹیکہ ممنوع قرار دیا ہے- اور یہ ایسی بات ہے جسے معمولی احمدی بھی جانتا ہے- اگرچہ حضور نے اجازت دی ہے کہ کمزور ایمان کا احمدی یا جسے حکام حکم دیں ٹیکہ کرا سکتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوئی احمدی اسے گوارا نہیں کرسکتا- بلکہ میں سمجھتا ہوں اگر کسی کو عملاً طاعون ہو بھی جائے اور اسے ٹیکہ کرانے سے آرام ہوتا ہو تو بھی ایک مخلص احمدی اسکی جرأت نہیں کرے گا- لیکن تعجب کی بات ہے کہ وہ سکول جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا اس میں استادوں نے سامنے

بیٹھ کر لڑکوں کو ٹیکے لگوائے۔ بلکہ بعض استادوں نے خود بھی لگوائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صداقت کا نشان قرار دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے وہ ٹیکہ کے بغیر ہماری جماعت کی حفاظت کرے گا اور آپ کے زمانہ میں شاید سو میں سے اسی احمدی اسی نشان کے ذریعہ احمدی ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزاحیہ طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کا اکثر حصہ طاعونی ہے۔ تو وہ عظیم الشان نشان جس کا ذکر آپ کی قریباً ہر مجلس میں ہوتا تھا اور جسے آپ نے قریباً تین کتب میں نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے صریح طور پر اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ بلکہ زور دے کر اس نشان کو مشتبہ کیا گیا ہے۔ اس قسم کی کھلی نافرمانی بتاتی ہے کہ خود اساتذہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب نہیں پڑھتے۔ اور مزید حیرانی یہ ہے کہ جب انجمن کے افسر نے اس کے متعلق پوچھا کہ کیوں ایسا کیا گیا تو اسے ایسا جواب دیا گیا جو اخلاقاً بھی معیوب ہے اور صداقت سے بھی دور ہے۔ اخلاقاً اس لئے کہ افسر کو ایسا جواب نہیں دینا چاہئے۔ کہا گیا کہ آپ کا اعتراض فضول ہے ہم نے ایک ایسے آدمی سے پوچھ لیا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب کو آپ سے دس گنا زیادہ جانتا ہے۔ یہ جواب بہت ہی گری ہوئی اخلاقی حالت کو ظاہر کرتا ہے اور پھر صحیح بھی نہیں۔ اگر کسی عالم نے یہ کہا ہے تو وہ دس گنا زیادہ کیا ہزار گنا کم بھی نہیں جانتا۔ ایسے کھلے نشان کا منکر احمدی مولوی کیسے ہو سکتا ہے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کون سا مولوی ہے۔ اور میں نے خود اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی ہے کہ جو کمزور ایمان والے ہوں یا جن کو حاکم کا حکم ہو، وہ ٹیکہ لگوالیں اور یہ جواب صحیح ہے۔ پس جب تک یہ روح نہ بدلے گی اس وقت تک قطعی طور پر وہ نتیجہ نہیں پیدا ہو گا جس کے لئے یہ سکول قائم کیا گیا ہے۔ ممکن ہے اساتذہ ہمیں بے وقوف اور جاہل سمجھیں۔ مگر دنیا میں ان سے بہت زیادہ عالم اور تعلیم یافتہ ہمیں جاہل سمجھتے ہیں۔ مگر ہم خدا کے فضل سے انہیں روزانہ شکست دے رہے ہیں۔ ان سے بڑھ کر ان کا قلعہ مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اگر انکے اندر تبدیلی نہ ہوئی تو جماعت کے نوجوانوں میں ایسی روح پیدا ہو جائے گی کہ وہ اس قلعہ کو پاش پاش کر دیں گے۔ ہم والہیت اور شیدائیت چاہتے ہیں۔ ہمیں ان طالب علموں کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدائی ہوں، اسلام کے شیدائی ہوں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جان دینے والے ہوں، قرآن مجید کے عاشق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب کا مطالعہ جاری رکھنے والے ہوں خواہ دنیوی لحاظ سے وہ کامیاب ہوں

یا فیل- اگر یہ چیزیں نہیں اور وہ کامیاب ہوتے ہیں تو یہ کامیابی کچھ بھی نہیں- اور اس سے وہ ناکامی ہزار درجہ بہتر ہے جس میں یہ چیزیں ہوں- میں سمجھتا ہوں کہ اگر صحیح طور پر کام کیا جائے تو یہ باتیں پیدا کرنے کے ساتھ نتیجہ بھی اچھا نکل سکتا ہے- ضرورت ہے کہ دل میں جوش پیدا کیا جائے- خدا تعالیٰ فرماتا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً۔ یہ کس طرح ہوتا ہے اسی طرح کہ ان تھوڑوں کو کام کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ آتا ہے- اگر ہم یہ بات طالب علموں کے اندر پیدا کر دیں تو وہ غَلَبَتْ کا نظارہ دکھلا دیں گے- وہ بچے ہوئے وقت میں ایسے زور کے ساتھ کام کریں گے کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کر سکیں گے- ہاں بعض اوقات خدا تعالیٰ کی مشیت بعض لوگوں کو ظاہری علوم میں کامیاب نہیں ہونے دیتی- اس صورت میں دینی علم تو بہرحال اس کے کام آسکے گا- خدا تعالیٰ بعض اوقات یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم جاہلوں سے بھی کام لے لیتے ہیں- میں نے کبھی کوئی امتحان پاس نہیں کیا- لیکن سلسلہ میں جب بعض ایم- اے' بی- اے اور مولوی فاضل خیال کرنے لگے کہ ہماری وجہ سے کام ہو رہا ہے تو خدا تعالیٰ نے ان کے خیال کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جسے دنیا کبھی کوئی وقعت نہ دیتی- میں انگریزی تعلیم سے محروم ہوں بلکہ جن معنوں میں آج کل سمجھا جاتا ہے عربی سے بھی- لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کر کے میرے ذریعہ دونوں انگریزی اور عربی دانوں کو شکست دے دی- میں ابھی میدان سے نہیں ہٹا اور میرے دشمن بھی ابھی نہیں ہٹے- اور میں نہیں جانتا کہ میری باقی عمر ایک منٹ ہے یا پچاس سال لیکن خدا تعالیٰ میرے ذریعہ میرے مخالفوں کو ایسی شکست دے گا جو تاریخی ہوگی- اگر وہ کہیں کہ پہلے ہمیں پتہ نہ تھا کہ تم چیلنج کرتے ہو تو اب سن لیں مجھے اللہ تعالیٰ نے دنیوی علوم سے اس لئے محروم رکھا تا وہ خود میرا معلم بنے- اور گو میں انسانی علوم میں فیل ہوں مگر الٰہی علوم میں پاس ہوں- باوجودیکہ انسانی نظروں میں جاہل ہوں' جاہل تھا اور جاہل رہوں گا- مگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں عالم ہوں' عالم تھا اور عالم رہوں گا- پس اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت کوئی بظاہر علوم سے محروم رکھا جائے تو خدا تعالیٰ اس کا دستگیر ہوتا ہے جیسے وہ میرا ہوا- اور میں تو ایسے شخص کو کبھی جاہل نہیں کہوں گا جسے خدا تعالیٰ کامیاب کرے اور بڑے بڑے عالموں پر غلبہ عطا کر دے-

پس جب تک اس چیز کے حصول کے لئے اساتذہ اور دیگر افسر کوشش نہیں کریں گے' حالت اچھی نہیں ہو سکتی- میں نے دیکھا ہے بعض والدین یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ مذہبی تعلیم زیادہ نہیں ہونی چاہئے اور اساتذہ بھی- اب تو شاید طالب علم بھی درس سننے آتے ہی نہیں- جب میں درس

دیا کرتا تھاتو قریباً ہرپانچ چھ ماہ بعد یہ کہنے کادورہ سا ہوتا تھاکہ لڑکوں کو کھیل کے لئے وقت نہیں ملتا۔ اور مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یہ بھی انسان ہیں جو جماعت احمدیہ سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے مامور کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مگر نہیں جانتے کہ کس چیز پر بیعت کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی معلومات سے طالب علم بالکل کورے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدرّس مذہبی تعلیم کی وہ قدر نہیں کرتے جو کرنی چاہئے۔ اس لئے انہیں قرآن کریم کا شوق نہیں' احادیث کا شوق نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا شوق نہیں۔ اور چونکہ خود ناواقف ہیں اس لئے وہ دوسروں کے اندر یہ شوق پیدا نہیں کرسکتے۔ اگر وہ اصلاح کرلیں اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرلیں تو یاد رکھیں خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرکے کوئی انسان ضائع نہیں ہو سکتا۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا سے تعلق پیدا کرنے سے دنیوی سامان ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ میرا تجربہ ہے اور ہر شخص جو اسے آزمائے گا دیکھے گا کہ اسکی مدد وہاں سے ہوتی ہے جہاں کا انسان اندازہ بھی نہیں کرسکتا۔ جب وہ یہ خیال کرتا ہے کہ سب ذرائع منقطع ہو چکے ہیں تو خدا تعالیٰ کی مدد ایسے طریق پر آتی ہے جو وہم سے بالا ہوتا ہے۔ میں ان تفصیلات میں پڑنے کا وقت نہیں دیکھتا۔ صرف یہی کہتا ہوں کہ ہمارے سلسلہ کے کاموں پر نگاہ ڈالی جائے تو سب میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ کام کرتا ہوا دکھائی دے گا۔ پس اگر اپنی روحانی آنکھیں کھولو تو تمہیں سب کچھ نظر آئے گا۔ اس وقت تو تمہاری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے کا کیڑا اگر روشنی میں آجائے تو اس کی بینائی ماری جاتی ہے۔ یا جس طرح چھچھوندر کی بصارت روشنی میں زائل ہو جاتی ہے۔ اور ایک بچہ بھی اسے پکڑ سکتا ہے۔ لیکن اس کے سوراخ میں سے شیر بھی نہیں پکڑ سکتا۔ کیونکہ وہ اس کا ماحول ہوتا ہے اور ہر چیز اپنے ماحول میں ہی صحیح طور پر کام کرسکتی ہے۔

تم نے اگر دین قبول کیا ہے تو دینی ماحول میں ہی ترقی کرسکتے ہو۔ اگر دنیوی خیالات کے پیچھے چلوگے تو وہ چونکہ تمہارا ماحول نہیں اس لئے وہی حال ہو گا جو روشنی میں چھچھوندر کا ہوتا ہے۔ باہر جاکر تم وہاں کے ماحول میں کامیاب ہو سکتے ہو مگر قادیان میں چونکہ وہ ماحول نہیں اس لئے نہیں ہو سکتے۔ اور یہاں وہی مثال ہوگی جیسے ایک شخص کے دو دوست اسے اپنی اپنی طرف کھینچ رہے ہوں اور وہ کسی طرف بھی نہ جاسکے کل ہی ایک دوست نے عربی کے ایک محاورہ کا ذکر کیا۔ جو اگرچہ میں نے پہلے بھی پڑھا ہو گا مگر اس وقت کے لحاظ سے اس نے بہت مزا دیا **لَا ظَهْرًا اَبْقَى وَلَا اَرْضًا قَطَعَ** یعنی کوئی سواری ایسی نہیں جو چھوڑی ہو مگر سفر کا کوئی گز نہیں جو طے کیا ہو۔ تو بعض

انسان جدوجہد کے باوجود وہیں کے وہیں رہتے ہیں تم اگر دین و دنیا دونوں ماحول کی کشمکش میں پڑ جاؤ گے تو تمہاری بھی یہی حالت ہوگی۔ پس اپنے ماحول کا خیال رکھو اور روحانی آنکھیں پیدا کرو۔ یہاں یہ بات نفع نہیں دے سکتی کہ طلباء کے سامنے فلسفہ پر تقریریں کرتے رہو اور قرآن اور حدیث کے متعلق کہو دیکھا جائے گا قادیان میں رہ کر یہ چیز کامیابی کا موجب نہیں بن سکتی اور یہ بات کہہ کر تم ان کو ہشیار نہیں کرتے اور فائدہ نہیں پہنچاتے بلکہ سخت نقصان پہنچاتے ہو کیونکہ تم ان کے سچے عزم کو توڑتے ہو۔ جس بچے کے کان میں دو مختلف باتیں ڈالی جائیں اس کا کیا عزم باقی رہ سکتا ہے تم خیال کرتے ہو کہ یہ اسکی خیر خواہی ہے۔ حالانکہ اس چیز کو کاٹ رہے ہوتے ہو جس سے اس نے ترقی کرنی ہوتی ہے۔ دنیا میں انسان یا تو عزم سے ترقی کر سکتا ہے یا خدا کے فضل سے' نماز روزہ سے ترقی نہیں ہوتی بلکہ خدا کے فضل سے ہوتی ہے اسی طرح انگریزی اور حساب کی تعلیم سے نہیں ہوتی بلکہ عزم سے ہوتی ہے تم نے دیکھا ہوگا بعض بڑے بڑے عالم بھوکوں مرتے ہیں اور بعض جاہل ترقی کر جاتے ہیں بعض لمبی لمبی نمازیں پڑھنے والے ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے ہلکی نمازیں پڑھنے والے خدا تعالیٰ کے فضل کے جاذب ہو جاتے ہیں۔

پس تم طالب علم کے عزم کو نہ توڑو۔ جس طالب علم کے کان میں متواتر یہ بات ڈالی جاتی ہے کہ دین کے بغیر ترقی نہیں ہو سکتی۔ اس کے دوسرے کان میں اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان چیزوں پر وقت خرچ کرنے سے تم امتحان میں فیل ہو جاؤ گے تو تم اسے حیران و پریشان کر دیتے ہو۔ اور اس کے عزم کو توڑ کر دین و دنیا دونوں کی کامیابی سے دور پھینک دیتے ہو۔ تیمور اور نپولین نے دنیا میں عزم سے ہی ترقی کی دنیوی علوم سے نہیں عزم سے ہی وہ اس قدر بلند ہو گئے مگر جس رستہ پر تم طالب علموں کو ڈالنے کی کوشش کرتے ہو وہ عزم کی جڑ کو کاٹنے والا ہے۔ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ انہیں پاگل بنا دیتے مگر عزم کو نہ توڑتے اس صورت میں بھی وہ دنیا کو فتح کر لیتے۔ مگر ایسا عالم جو تم پیدا کرنا چاہتے ہو۔ شیش محل کا کتا ہے۔ جو ہر طرف حیران و پریشان ہو کر بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ جس کے کان میں دو مختلف آوازیں ڈالی گئیں۔ اس کے دل سے عزیمت' استقلال اور ارادہ تم نے نکال دیا۔ اور اس طرح جب تم سمجھ رہے ہو کہ اسے اچھی غذا کھلاتے ہو دراصل زہر کا پیالہ پلا رہے ہو وہ پاگل جس کے اندر عزم ہے بہت بہتر ہے اس عالم سے جس کے اندر عزم نہیں۔ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ بعض عالموں کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لاد دی جائیں اور تم ایسے ہی عالم پیدا کرو گے اگر ان کے عزم کو توڑ دو گے۔ بڑائی عزم سے ہوتی ہے اگر اسے تم

نے مٹادیا تو خواہ کتنا ہی پڑھاؤ وہ مفید نہیں ہو سکتا ان میں تیمور اور نپولین کا دماغ پیدا نہیں ہو گا اور ان کی زندگی سے بھی وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے بلکہ صرف ایک قصہ کی حیثیت سے دیکھنے والے ہونگے۔ نپولین کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ہومر اور ایلیٹ کی کتابیں سرہانے رکھا کرتا تھا اب عام لوگوں کے نزدیک وہ قصے ہیں لیکن وہ ان سے تاریخ کا کام لیتا تھا۔ مگر باقی لوگ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ الف لیلہ میں بھی ایک قصہ ہے کہ کوئی شخص ایک مدرس کا بہت گرویدہ تھا ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ پڑھتے زیادہ اور نتیجہ بہت کم نکالتے ہیں۔ ایک دن وہ اس سے ملنے گیا تو موجود نہ پایا۔ لڑکوں نے بتایا کہ ان کے گھر شاید کوئی وفات ہو گئی ہے اور وہ بہت بری حالت میں ہیں۔ یہ خبر لینے گیا اور پوچھا کیا ہوا کیا کوئی عزیز فوت ہو گیا اس نے کہا دنیا میں لوگوں کے عزیز مرتے ہی ہیں اگر میرا مرجاتا تو کیا تھا اس نے پوچھا پھر ہوا کیا اس نے کہا میری جان اور روح سے پیاری محبوبہ کا انتقال ہو گیا اس نے پوچھا کہ وہ کون تھی جس نے آپ جیسے عالم کی محبت کو کھینچ لیا اس نے کہا کہ افسوس ہے اس بات کا پتہ مجھے خود بھی نہیں میں مدرسہ میں پڑھایا کرتا تھا تو ایک شخص ادھر سے گزرا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ امّ عمر بہت حسین ہے اور اس کے کہنے سے میں دیکھے بغیر ہی اس پر عاشق ہو گیا اور میرا عشق دن بدن ترقی کرتا گیا پرسوں میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ نہ امّ عمر لوٹی اور نہ اس کا گدھا جس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ وہ مرگئی ہو گی تو جو لوگ پڑھتے زیادہ اور نتیجہ کم نکالتے ہیں انکی حالت ایسی ہی ہوتی ہے خالی کتابوں سے کچھ نہیں بنتا بلکہ جو کچھ بنتا ہے وہ عزم اور ہمت سے بنتا ہے کیا وجہ ہے کہ عیسائی دوسرے مسلمانوں کے سامنے تو غُراتے ہیں مگر ہم سے بھاگتے ہیں بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے اندر ایک عزم پیدا کر دیا ہے آپ نے بتایا ہے کہ خدا نے مجھے کہا دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی دنیا پر ظاہر کر دے گا[۲] آپ نے بتایا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تم جیت جاؤ گے اور دشمن ہار جائیں گے احمدیت دنیا میں پھیل جائے گی ہم اس پر ایمان لائے اور یہ خیال ہمارے دل میں جم گیا اور ہم نے سمجھ لیا کہ ہم ضرور جیت جائیں گے اور اس لئے جیتنے لگے حضرت مسیح موعود کا سب سے بڑا معجزہ یہی ہے کہ آپ نے اپنے ماننے والوں کے اندر عزم پیدا کر دیا ایک طرف خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور دوسری طرف قیمتی چیز ہمارا عزم ہے جو کامیابی کا ضامن ہے لیکن جو شخص طالب علموں کے دل میں دو متضاد خیال پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے وہ ان کے عزم کو توڑتا ہے

اور ان کا بد ترین دشمن ہے ہر طالب علم کے دل میں یہ خیال راسخ کرو کہ تو دنیا کا آئندہ فاتح ہے۔ اور نپولین، تیمور، بابر کوئی تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ تُو صحیح رستہ پر ہے اور خدا تیرے ساتھ ہے اور یہ بات تمام علوم سے بڑھ کر ہے لیکن اگر یہ نہیں تو وہ تمام علوم جو تم سکھاتے ہو جہالت کے ایک نقطہ پر قربان کر دینے کے قابل ہیں۔

اگر اس چیز کو سمجھو تو دنیا میں کام کر سکتے ہو اور اگر اس کو بھی نہیں سمجھ سکتے تو پھر خدا ہی سمجھا سکتا ہے۔ لیکن اسکی سنت ہے کہ وہ نہیں سمجھایا کرتا۔ میں ان باتوں کو اس طرح جانتا ہوں جس طرح کوئی اپنے بچے کو جانتا ہے مگر مجھے خدا تعالیٰ نے یہ طاقت نہیں دی کہ گھول کر تمہارے اندر داخل کر سکوں۔ اگر تم سیکھ لو تو تمہارا بھلا ہے ورنہ میں خدا تعالیٰ کے سامنے بری الذمہ ہوں میں نے ہر موقع پر کھول کر سمجھا دیا ہے اور اس میں کبھی کسی کا لحاظ نہیں کیا کبھی دوست یا دشمن سے نہیں ڈرا اس لئے مجھ پر کوئی الزام نہیں آسکتا کیونکہ میں نے خدا کے فضل سے اپنا فرض ادا کر دیا اگرچہ تم عمر میں مجھ سے بڑے ہو لیکن میں ایسے محسوس کرتا ہوں جیسے چھوٹے بچوں میں باتیں کر رہا ہوں لیکن اس کے باوجود میں مایوس نہیں باوجودیکہ ہر رستہ پر مجھے مشکلات پیش آتی ہیں لیکن میں مایوس نہیں ہوں مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے پورے ہو کر رہیں گے۔ خدا تعالیٰ کے کلام پر میرا ایمان ہے۔ اور اگر میں ہر احمدی کو مرتد ہوتا دیکھوں اور ہر دشمن کو اس کے مٹانے میں کامیاب ہوتا دیکھوں تو بھی یہ خیال میرے دل سے نہیں مٹ سکتا کہ احمدیت دنیا پر غالب ہو کر رہے گی تمہاری غلطیاں میرے دل میں غصہ کے بجائے رحم پیدا کرتی ہیں خدا تعالیٰ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں میں کسی بات سے بھی پریشان نہیں ہوتا جس طرح ایک بلی آنکھیں بند کر کے چوہے سے کھیلتی ہے اسی طرح میں بھی مطمئن ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آخر یہ شکار میرا ہے کئی لوگ اسے میری کمزوری بیوقوفی یا غفلت پر محمول کرتے ہوں گے۔ ہر ایک نے میری نسبت کوئی رائے قائم کر رکھی ہو گی۔ مگر تم اس حقیقت سے آگاہ نہیں۔ خدا کی طرف سے وہ نور ابھی تمہیں نہیں دیا گیا کہ ان باتوں کو دیکھ سکو ابھی تم اندھیرے میں ٹٹولتے ہو لیکن مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے نور دیا گیا ہے اس لئے میں مایوس نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ یا استادوں کی اصلاح کر دے گا اور یا طالبعلموں کی۔ تم نے اگر میری بیعت کی ہے تو مجھے استاد کی طرح سمجھو بعض لوگ سنتے ہیں اور مزا لیتے ہیں اور پھر جا کر جرح قدح شروع کر دیتے ہیں۔ یہ غلط کہا وہ غلط کہا فلاں بات یوں کہنی چاہئے تھی اور یہ نہیں سوچتے کہ خدا نے ان کو کیوں نہ خلیفہ بنا دیا کیوں وہ ان

کی اس طرح نصرت نہیں کرتا جس طرح میری کرتا ہے اور کیوں اس نے نہیں مجھ سے علم میں کم رکھا ہے۔

یاد رکھو میری روح بلکہ جسم کے ہر ذرّہ سے خدا تعالیٰ کی آواز بلند ہوتی ہے اس نے میری آنکھیں کھولی ہیں اور میں سب کچھ دیکھتا ہوں۔ اور اگر پھر بھی کوئی مجھے ذلیل سمجھتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں۔ میرے لئے بس ہے کہ اس کی رحمت اور فضل مجھے ڈھانپ لے۔

(الفضل ۹ جون ۱۹۳۲ء)

ا البقرة: ۲۵۰

۲ تذکرہ صفحہ ۱۰۴۔ ایڈیشن چہارم (مفہوماً)